

مطبوعات کو بالائستیجاب نہیں دیکھا ہے بلکہ یا تو کچھ نیا زمندوں سے سنی ہوئی باتوں پر یقین کر لیا ہے یا بعض ہوشیار لوگوں نے خاص خاص عبارتیں پوری ہوشیاری کے ساتھ انہیں دکھائی ہیں، اور انہی کمزور بنیادوں پر بدگمانوں کے بیسے بڑے فخر تعمیر کر ڈالے گئے ہیں۔ اگر یہ حضرات کچھ اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اور کچھ اخلاقی جرأت سے کام لے کر ہمیں اپنے اعتراضات سے مطلع فرمائیں تو ہم پوری کوشش کریں گے کہ ان کو اپنے موقف سے اچھی طرح آگاہ کر دیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اشتہار باز حضرات کو اور ان لوگوں کو جو اپنے رسائل و جرائد میں مسلسل کینہ توذی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، ہم منہ لگانے کے قابل نہیں سمجھتے۔

(۱-م)

تحریک اقامتِ دین پر دین کے سرپرستوں کی فریادیں

سوال:

جماعت اسلامی کے تحت قائم شدہ حلقہ ہمدرداں تو ہمارے علاقے میں پہلے سے تھا، لیکن باقاعدہ جماعتی کام حال ہی میں شروع ہوئے۔ عوام کا رجحان جماعت کی طرف کثرت کے ساتھ دیکھ کر ہمارے علمائے دیوبند، سہارنپور، دہلی اور تھانہ جیون نے جو فتاویٰ شائع کئے ہیں وہ ارسالِ خدمت ہیں، اور علمائے دیوبند کا ایک فتویٰ جو کہ ابھی زیرِ کتابت ہے، مفصل کتابی شکل میں لکھنے والا ہے۔ آنے پر ارسال کر دیا جائے گا۔

ان فتوؤں کے جواب میں سکوت مناسب نہیں۔ غور کیے جواب دیجئے یہ بھی تحریر فرمائیے کہ اب آپ کا تعلق ہندوستان کی جماعت اسلامی سے کیا ہے؟ کچھ تعلق ہے یا نہیں؟ مولانا ابوللیث اسلامی جو کہ ہندوستان کی جماعت کے امیر ہیں حقیقت میں امیر ہیں یا صرف خانہ پوری کے لئے فرضی ہیں؟ نیز یہ کہ

۱۔ حضرات علماء کی طرف سے فتوؤں کی بوجھ رگڑ دینے پر بے دریغ جو سوالات موصول ہوئے ہیں ان کو اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ

اگر آپ نے کسی عالم سے فیض حاصل کیا ہو تو ان کا نام بھی تحسیر فرمائیں اور اگر کوئی اور وجوہ آپ کو ان فتوؤں کے بارے میں معلوم ہوں تو وہ بھی تحریر کریں کہ اس قدر شدت کے

ساتھ یہ طوفان کیوں اٹھ رہا ہے؟

جواب:

میں نے ان سب فتوؤں کو بغور پڑھ لیا ہے۔ یہ کسی جواب کے لائق نہیں ہیں۔ صرف اس لائق ہیں کہ انہیں اٹھا کر رکھ لیا جائے اور اُس وقت کا انتظار کیا جائے جب اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ ان فتوؤں میں مجھے اپنی کسی ایسی غلطی کا نشان مل جائے جو واقعی میں نے کی ہو اور ان حضرات نے دلائل کے ساتھ ثابت کر دی ہو۔ ایسی کوئی چیز ملتی تو میں یقیناً اس کا جواب دینے کے بجائے مان لیتا اور اپنی اصلاح کر لیتا۔ میں نے یہ کوشش بھی کی کہ اگر فی الواقع ان حضرات کو کوئی ایسی غلط فہمی ہوئی ہے جو دیا نہ کسی شخص کو میری کسی تحریر یا کسی عمل سے ہو سکتی ہو تو اسے معلوم کر دوں۔ اگر ان فتوؤں میں اس طرح کی کوئی چیز نظر آجاتی تو میں اسے صاف کرنے میں بھی ہرگز تامل نہ کرتا۔ لیکن مجھے ان کے غائب مطالعہ کے بعد یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ یہ فتوے ان دونوں طرح کی باتوں سے بالکل خالی ہیں، اور ان میں بجز تحریف، بہتان اور الزام تراشی کے اور کچھ نہیں ہے۔ لہذا میں ان پر سکوت اختیار کرنے میں حق بجانب ہوں۔ اگر کوئی مسلمان ان فتوؤں کو دیکھ کر مجھ سے بدگمان ہو یا اُس خیر سے رک جائے جس کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں تو اس کی ذمہ داری سے میں عند اللہ بری ہوں۔ اس کی پوری ذمہ داری خالصتہً ان لوگوں پر ہے جو محتاج للتخیر بنے ہیں اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس نیت سے بنے ہیں۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم ان غلط بیانیوں اور تحریفات کا پردہ کیوں نہیں چاک کر دیتے جو دعوت الی الخیر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ میں عرض کر دوں گا کہ اگر کوئی ایک فتویٰ یا ایک اشتہار ہوتا تو شاید میں بادل ناخواستہ اس کی غلطیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش بھی کر گزرتا، اگرچہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ کرنا میرے لئے سخت کراہیت کا موجب ہوتا ہے، لیکن یہاں تو پاکستان سے

ہندوستان تک ہر طرف فتوؤں، پمفلٹوں، اشتہاروں اور مضامین کی ایک فصل اُگ رہی ہے جس میں کیونسٹ، سوشلسٹ، فرنگیت زدہ ملحدین، قادیانی، منکرین حدیث، اہل حدیث، بریلوی اور دیوبندی سب ہی اپنے اپنے شکوے چھوڑ رہے ہیں اور آگے دن نئے نئے شکوے پھوٹتے رہتے ہیں۔ اس فصل کو آخر کون کاٹ سکتا ہے اور کہاں تک کاٹ سکتا ہے۔ مجھے اگر دنیا میں اور کوئی کام نہ کرنا ہو تو میں اسے کاٹنے میں اپنی عمر کھپاؤں، اور جماعت اسلامی اگر اپنے مقصد اور اپنے کام سے دست بردار ہو جائے تو اس پر اپنی محنت ضائع کرے۔ ہمارے مخالفین تو یہی چاہتے ہیں کہ ہم اس حماقت میں مبتلا ہوں اور اس جھاڑ جھنکار سے الجھ جائیں تاکہ فساد و فحار کی قیادت کو اپنا کام کرنے کے لئے صاف راستہ مل جائے۔ لیکن ہم نے ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں، ہم کہتے ہیں کہ یہ شیطان کی فصل ہے، وہی اسے کاٹے گا، خود نہ کاٹے گا تو سنہ الشریہ ہی ہے کہ بالآخر اس کو خود ہی اسے کاٹنا پڑے گا۔

آپ نے جو سوالات کئے ہیں ان کے مختصر جوابات یہ ہیں:-

(۱) تقسیم کے بعد فروری ۱۹۴۷ء میں جماعت اسلامی سبھی مسلم لیگ کی طرح باقاعدہ تقسیم ہو گئی تھی۔ اب ہندوستان کی جماعت اسلامی کا نظام پاکستان کی جماعت اسلامی سے بالکل الگ ہے۔ نہ اس کی ذمہ داری میں ہم شریک ہیں اور نہ ہماری ذمہ داری میں وہ شریک ہے۔

(۲) مولانا ابواللیث جماعت اسلامی ہند کے ویسے ہی امیر ہیں جیسا میں جماعت اسلامی پاکستان کا امیر ہوں۔ اگر میں فرضی یا خانہ پری کا امیر نہیں ہوں تو آخر ان کے متعلق ایسا گمان کیوں کیا جائے۔ اس طرح کی بدگمانی کے لئے کوئی معقول بنیاد اگر ہو سکتی تھی تو یہ ہو سکتی تھی کہ ہماری یہاں کی پالیسی میں ان کا، یا وہاں کی پالیسی میں میرا کوئی دخل ہوتا۔ لیکن تقسیم کے بعد سے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایسا کوئی تعلق ہمارے درمیان ہے۔ حد یہ ہے کہ ہمارے درمیان نجی مراسلت تک بند ہے تاکہ کسی کو فتنہ انگیزی کا بہانہ نہ مل سکے۔ افسوس ہے کہ لوگ محی لغت کے جوش میں اندھے ہو کر بلا ثبوت ایسی باتیں زبان سے نکال دیتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کے لئے

تو یہ صرف دل کے بھار نکالنے کا ایک راستہ ہے مگر دونوں ملکوں کے موجودہ سیاسی حالات میں یہ سیکڑوں خاندانوں کی زندگی کے لئے ایک تباہ کن الزام بن سکتا ہے۔

(۳) یہ ایک لامحالہ سوال ہے کہ میں نے کس عالم سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ سوال تو اس سے کم نہ چاہیے جس نے کوئی علمی کام نہ کیا ہو اور جس کے علمی مرتبہ و مقام کو جاننے کے لئے مدرسہ کی سند اور استادوں کے ناموں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔ میں نے کام کیا ہے اور میرا کام کوئی چھپا ہوا نہیں بلکہ چھپا ہوا سب کے سامنے موجود ہے۔ اس کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ میں نے کیا کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ پڑھا ہے اسے کتنا مضامین کیا ہے۔

(۴) میرے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ میری اور جماعت اسلامی کی اس قدر شدت کے ساتھ مخالفت کا ایک اب کیوں شروع ہو گئی ہے اور یہ فتوے کن وجوہ سے دیے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر میں اس کو جان بھی لیتا تو یہ غیر ضروری بحث ہے کہ کسی نے اعتراض کیا تو کیوں کیا۔ ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کا اعتراض معقول ہے یا نامعقول۔ معقول اعتراض ہوتا ہے تو اسے مان لیتے ہیں یا اس کا معقول جواب دیتے ہیں اور اگر نامعقول اعتراض ہوتا ہے تو اسے ہوا میں تحلیل ہونے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱-م)

سوال:

عنایت نامہ مایوسی کی حالت میں پہنچا، اس نے میرے قلب و دماغ پر جو کچھ اثر کیا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

میں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان کو لے کر میں ہر جماعت میں داخل ہوا لیکن ہر جگہ سے بدل ہو کر لوٹا اور آخر کار فیصلہ کر لیا کہ اب کسی جماعت میں داخل نہ ہوں گا بلکہ انفرادی حیثیت سے جو کچھ خدمت دین ممکن ہوگی انجام دوں گا۔ اسی خیال کے تحت مجھے کی مسجد میں بدنامہ فخر تفسیر حقانی اور بعد نماز حشر رحمۃ اللہ علیہ مولفہ قاضی سلیمان منصور پوری یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء سے سنائی شروع کی میرے خیانات اس کام سے اور بچتے ہو گئے۔ ستمبر ۱۹۵۰ء میں اتفاقاً ایک شخص کے ذریعے مجھے ”سیاسی کشمکش“ کا تیسرا حصہ